محمد نوئیل رضوان

تحریر و ملاقات : طارق انیس

"ابو! مجھے آپ اسلام کہہ کر پکارا کریں"۔

"مگر بیٹا! اسلام تو ایک مذہب ہے کسی آدمی کا نام تھوڑی ہے؟"

"نہیں ابو! مجھے یہ نام اچھا لگتا ہے۔ بس آپ مجھے اسلام کہا کریں"۔

"اچھا! ایسا کرتے ہیں کہ تمہارا نام محمد اسلام رکھ دیتے ہیں۔ اس نام کے کئی لوگوں سے میں ملا ہوں"۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے' محمد اسلام"

"یہ مکالمہ میرے اور ساڑھے چار سالہ بیٹے کے درمیان ہو رہا تھا جب میں گھر سے باہر سبزی کے لیے کیاریاں بنا رہا تھا"۔

محمد نوئیل رضوان جن کا تعلق سری لنکا سے ہے عالم خیالی میں ماضی کی یادوں کو الفاظ کا روپ دے کر اسلام کی طرف اپنے سفر کی روداد بیان کر رہے تھے۔

ان کا سابقہ نام نوئیل بر-ٹن رانجے فرنانڈو تھا اور وہ رومن کیتھولک تھے۔ انہوں نے سری لنکا ایئرفورس سے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز کیا اور ۱۹۷۶ء میں ایک بدھ عورت سے شادی کر لی۔ ایئرفورس سے بطور سارجنٹ سینئر' ریٹائر ہونے کے بعد شرق اوسط جانے کا منصوبہ بنایا تاکہ ایک اچھا سا گھر بنا سکیں۔ وہاں تو نہ جا سکے لیکن یکم اپریل ۱۹۸۸ء کو ان کی تقرری سنٹرل بنک میں بطور اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر کے ہو گئی۔ اس سال ۱۷ فروری کو ان کا دوسرا بیٹا پیدا ہوا اور ان کے عیسائی ہونے کی بناء پر اسے اصطباغ بھی دیا گیا۔ انہوں نے ۲۰ فروری ۱۹۹۳ء کو اسلام قبول کیا اور اس سے ٹھیک ایک ماہ قبل ان کی بیوی اور چھوٹا بچہ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ ان کے قبول اسلام کی داستان بہت دلچسپ ہے جسے بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"ایک دن میں گھر آیا تو دیکھا کہ میرا ساڑھے چار سالہ بیٹا کھیلتے کھیلتے ایک دم رک کر مسلمانوں کی طرح عبادت کرنے لگا۔ میں حیران ہوا مگر پھر اس بات کو بھول گیا۔ کچھ عرصہ بعد اسے دوبارہ گھر میں ایک کمرے کے اندر میں نے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے دیکھا تو بیوی کو آواز دے کر بلایا۔ میری طرح اسے بھی بے حد حیرت ہوئی۔ ان دنوں ہم دونوں اپنے اپنے مذہب پر قائم تھے میں بیوی کو عیسائی بننے ... ئل کر

رہا تھا مگر وہ بدھ رہنے پر ہی مصر تھی۔ ہمارا مسلمان ہونے کا تو دور دور تک خیال نہ تھا اور نہ ہی ہمارے قرب و جوار میں کوئی مسلمان رہتا تھا۔ گھر میں سینٹ انتھونی اور بدھ کے مجسمے موجود تھے۔ اول الذکر کی میں اور دوسرے کی بیوی پوجا کرتی تھی۔ پھر ایک دن اس بچے نے ٹوپی کی فرمائش کی جو میں ایک مسلمان دوست سے مانگ لایا اور اس کو دی۔

اس دوران ہم اتنی رقم پس انداز کر چکے تھے کہ نیا گھر بنا سکیں۔ ایک جگہ جو تھمبر یکسی کنوا کہلاتی تھی' وہاں گھر بنا لیا۔ اس جگہ اکثریت عیسائی آبادی کی تھی۔ میں نے بھی عیسائیت سے دلی وابستگی کی بناء پر نیا گھر چرچ کے قریب بنایا مگر ہمارے اصرار کے باوجود میرا لڑکا کبھی میرے ساتھ چرچ نہ گیا اور نہ ہی ماں کے ساتھ بدھ عبادت گاہ گیا جہاں وہ ہر چودھویں رات کو جایا کرتی تھی اور بیٹے کو بھی ساتھ لے جانے کی خواہش مند تھی۔ میں نے ایک دن اس سے پوچھا کہ تم میرے ساتھ چرچ جاتے ہو نہ ماں کے ساتھ بدھ عبادت گاہ میں' آخر وجہ کیا ہے؟ تو کہنے لگا:

''ابو وہاں بہت سارے بت ہوتے ہیں جبکہ مجھے وہ عبادت گاہ پسند ہے جہاں بت نہ ہوں''۔ جب ہم قصبے (Town) جاتے اور اسے وہاں کوئی نقاب والی مسلمان عورت دکھائی دیتی تو ہمارا بچہ بہت خوش ہوتا اور اس خاتون سے بات کرنے کی کوشش کرتا۔ تین چار ماہ بعد جب اس نے کہا کہ میرا نام بدل دو تو ہمیں پھر حیرت نے آلیا اور ہم نے اسے کہا تم تو ''لبے'' (مولوی) بنتے جا رہے ہو تو بولا :

''میں آپ کو ایک اچھا نام بتاؤں گا میرا وہ نام رکھ دیں''۔

پھر اچانک ایک دن جب کہ میں گھر سے ملحقہ باغیچے میں' جہاں سبزیاں لگی ہوئی تھیں' کام کر رہا تھا تو اس نے کہا :

''ابو مجھے آپ اسلام کہہ کر پکارا کریں''۔

تو ہم نے دل رکھنے کے لئے اسے محمد اسلام کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔

پانچ چھ ماہ گزرے تھے کہ ہمیں سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ میں بیمار ہوا اور ہفتہ بھر ڈیوٹی پر نہ جا سکا اور نہ ہی محکمے کو اطلاع دے سکا۔ ہفتے کے بعد مجھے بغیر اطلاع غیر حاضر رہنے کی پاداش میں نوکری سے برخاست کر دیا گیا۔ یہ افتاد پڑی تو میں پریشانی اور مایوسی کی حالت میں زیادہ ہی گمراہ ہو گیا اور روزانہ ایک بوتل شراب پینے لگا۔ مگر اس سے میرے دوست اور ملنے جلنے والے مجھے ناپسند کرنے لگے۔ ایک دن بیوی نے بتایا کہ اس نے خواب دیکھا ہے کہ وہ ایک کتاب پڑھ رہی ہے اور مسلمان عورتوں جیسا لباس پہنے دو خواتین کہہ رہی ہیں یہ پڑھو گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا اور پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ میں نے اس کا مذاق اڑایا اور نشے میں اول فول بکنے لگا۔ اس واقعہ کے دو دن بعد میں نے شام کے وقت دیکھا کہ بچے کے ساتھ میری بیوی بھی مسلمانوں کی طرح منہ ہاتھ دھونے کے بعد نماز پڑھ رہی ہے۔ میں نے سوچا: ''یک نہ

شد و شد"۔ وہ پنجگانہ نماز سے واقف نہ تھے نہ رکوع سجدے کا انہیں شعور تھا۔ دراصل سری لنکا ٹی وی کی نشریات کے آغاز میں وہاں بسنے والے سارے فرقوں کو عبادت کرتے ہوئے چند لمحوں کے لئے دکھایا جاتا تھا۔ مسلمان جو حرکات کرتے تھے اس کی نقل میں یہ دونوں اٹھک بیٹھک کر رہے تھے۔ میری بیوی نے مجھے بھی کہا نوئیل تم بھی اللہ کی عبادت کرو پھر اس نے دونوں بت الماری میں ڈالے اور اگرچہ عبادت کا صحیح فہم اسے نہ تھا مگر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے سسکیاں لینے لگی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جن سے میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ان دونوں ماں بیٹے کے ساتھ بیٹھ گیا اور چلا چلا کر اپنے مسائل بیان کرنے لگا۔ اس سے مجھے خاصا سکون ملا جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہو۔ دو ہفتے بعد مجھے ایک خط ملا جس میں مجھے نوکری پر بحال کئے جانے کی اطلاع تھی اور مجھے دوبارہ ڈیوٹی پر حاضر ہونے کو کہا گیا تھا اور کوئی پوچھ گچھ بھی نہیں کی گئی تھی۔ میں معمول کے مطابق دفتر جانے لگا اور پھر دوبارہ عبادت نہیں کی مگر وہ دونوں اپنے انداز میں نماز پڑھتے رہے۔

تھوڑے عرصے بعد میرا بچہ بیمار پڑا تو ہم اسے ہسپتال لے گئے جو ۳۵ کلومیٹر دور واقع تھا۔ ہسپتال میں میری بیوی کی ملاقات ایک مقامی مسلمان عورت سے ہوئی۔ میری بیوی نے اسے بچے اور اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ اس عورت نے ساری کہانی اپنے لڑکے کو جا کر سنائی اور اس نے دوستوں کو بتایا۔ چنانچہ دس بارہ آدمی میرے بیٹے کو دیکھنے ہسپتال آئے۔ اس مسلمان لڑکے نے جس کا نام روس لی تھی' اپنا پتہ دیا کہ بچہ ٹھیک ہو جائے تو مجھے ملنا۔ میں تو نہ جا سکا البتہ وہ خود ہی دو ہفتے بعد آ گیا اور ہمیں دوبارہ آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ جنوری ۹۳ء کے پہلے ہفتے میں ہم اس کے پاس گئے۔ وہ کسی مسلم ملک کے سفارتخانے میں کام کرتا تھا۔ اس نے ہمیں پہلی دفعہ صحیح طور پر اسلام سے آگاہ کیا' اور رخصت ہوتے وقت ایک کتاب What is the meening of Islam دی۔ اس روز بیوی نے مجھ سے مسلمان ہو جانے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے کہا ٹھیک ہے تم چاہتی ہو تو مسلمان ہو جاؤ لیکن مجھے مجبور نہ کرو۔

۲۰ جنوری ۱۹۹۳ء کو ہم دوبارہ اس مسلمان دوست کے ہاں گئے اور پھر رد ہینی روڈ کولمبو میں واقع سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز گئے جس کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر سہیل صاحب ہیں۔ یہاں دونوں ماں بیٹے نے باقاعدہ کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔ اس موقع پر انہیں ادارے کی طرف سے لٹریچر بھی دیا گیا۔

اسلام قبول کرنے سے کچھ روز قبل کا واقعہ ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی بچے کو سینٹ پیٹر کالج میں داخل کرانے کا منصوبہ بنا رہے تھے جو علاقے کا بہترین تعلیمی ادارہ ہے۔ وہ کہنے لگا "امی آپ انتظار کریں اللہ تعالیٰ خود ایک اچھا سکول میرے لئے بتائیں گے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ مجھے بستہ' نئے کپڑے اور کھلونے چاہئیں۔ چونکہ میں ساری رقم شراب نوشی اور اللوں تللوں میں اڑا چکا تھا اور ابھی نیا نیا بحال ہوا تھا اور زیادہ رقم پس انداز نہیں ہو سکی تھی اس لئے ماں نے اسے کہا کہ بیٹا اللہ ہی سے مانگو وہی ان چیزوں کا

بندوبست کرے گا۔ تو اس نے جھٹ ہاتھ اٹھا کر اپنی ضرورتیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ قبول اسلام کے بعد مسلمانوں کے بہترین تعلیمی ادارے، اعمال انٹرنیشنل اسکول کی طرف سے (جو کہ وہاں کا مشہور تعلیمی ادارہ ہے اور اس کی سالانہ فیس ۲۵ ہزار روپے کے قریب ہے جو ظاہر ہے کہ ہماری استطاعت سے زیادہ تھی) میرے بیٹے محمد اسلام کو مفت تعلیم کی پیش کش کی گئی اور یوں اللہ نے خود اس کے لیے ایک اچھے اسکول کا انتخاب کر دیا۔ محمد اسلام کی تاریخ پیدائش ۱۷ فروری تھی اس کی ماں نے کہا کہ کیوں نہ اس کی سالگرہ پر اس کے ختنے بھی کرا دیئے جائیں میں نے اجازت دے دی تو ہم ڈیلمن مسلم ہسپتال گئے۔ اس ہسپتال کی چھٹی منزل پر ایک مسجد بھی واقع ہے۔ اس مسجد کے امام صاحب کو محمد اسلام کے سارے حالات کا پتہ چلا تو وہ اسے دیکھنے آئے اور مجھ سے آ کر تمام حالات کی تصدیق چاہی۔ میرے بتانے پر انہوں نے اور لوگوں کو اس کے متعلق بتایا اور یہ بھی کہا کہ وہ بچہ ہسپتال میں داخل ہے اور اس کی سالگرہ بھی ہے اور ختنے بھی ہوئے ہیں، تو اس دن ڈھائی تین سو آدمی تحفے لے کر اسے دیکھنے آئے۔ ہمیں تین دن تک ہسپتال رکنا پڑا اور اس دوران ہمیں ڈھیروں کھلونے، سکول بیگ، کتابیں، کپڑے، جوتے اور تین جا نمازیں تحفے میں مل گئیں جو نہ صرف اس کی وقتی ضروریات بلکہ کئی سال بعد تک کے لئے کافی تھیں۔

۱۸ فروری کی شب میں اپنی رات کی ڈیوٹی پر گیا اور وہاں وہ کتاب پڑھی جس میں اسلام کا تعارف کرایا گیا تھا۔ اب تک پیش آنے والے حالات سے میں پہلے ہی بہت متاثر ہو چکا تھا اس رات یہ کتاب پڑھنے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں بھی مسلمان ہو جاؤں۔ میری بیوی اور بچہ ابھی ہسپتال میں تھے۔ میں نے وہیں انہیں فون پر بتایا کہ میں بھی مسلمان ہو رہا ہوں تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ۲۰ فروری کو الحمد للہ میں بھی مسلمان ہو گیا اور تمام لغو باتیں مجھ سے خود بخود چھوٹ گئیں۔ بطور فخر نہیں بطور شکر بتا رہا ہوں کہ اللہ نے مجھے ایک نعمت سے نوازا ہے کہ نماز تہجد مجھ سے کبھی نہیں چھوٹی اور اللہ سے جو بھی مانگا اس نے دیا۔ اب حالات اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو گئے ہیں۔ دین کو دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری سے بھی میں غافل نہیں ہوں اور اس سلسلے میں حتی الامکان کوشش میں مصروف رہتا ہوں۔ بچے کو سکول میں داخل کرائے تقریباً تین سال ہو چکے ہیں۔ اس دوران اس کی کارکردگی مثالی رہی ہے۔ پچھلے سال دینی تقریبات پر، عربی پڑھنے لکھنے میں اور قراءت و تلاوت اور اذان وغیرہ میں کئی انعامات حاصل کئے ہیں۔ اب وہ تیسرے سال میں ہے۔

الحمد للہ دل کا اطمینان حاصل ہے۔ کوئی کسی قسم کی پریشانی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے حل کے لئے کسی نہ کسی طریقے سے مدد فرما دیتا ہے۔ میں سب مسلمان بھائیوں سے عرض کروں گا کہ ہمارے ہر مسئلے اور ہر پریشانی کا حل دین میں ہے۔ اگر ہم سچے دل سے دین پر عمل شروع کر دیں تو کوئی مشکل، مشکل نہ رہے گی۔ ان شاء اللہ

(بشکریہ ماہنامہ دعوۃ، جولائی ۱۹۹۶ء، اسلام آباد)